اس ملک میں، کذّاب نبوت نہ چلے گی　　　　شیطان کی حفاظت میں امامت نہ چلے گی

اِس مُلک میں فرسودہ قیادت نہ چلے گی　　　　ہشیار! کہ مکار سیاست نہ چلے گی!

احرار ہیں بازارِ شہادت کے خریدار

ہیں تاجِ نبوت کے نگہدار، فداکار

ملت ہے خبردار

اِس معرکۂ کفر میں احرار ہیں تیار　　　　اور عشقِ محمد میں ہیں آ پہنچے سردار

دجّالِ زمانہ کو، کوئی کردے خبردار　　　　بُوبکرؓ و عمرؓ ساتھ ہیں اور حیدرِ کرارؓ

یہ آخری پیغام ہے اے! دین کے غدّار

احرار ہیں تیار!

ملت ہے خبردار

اِک شیر تھا جو گونج رہا تھا کچھار میں

شاہ صاحب مرحوم کے بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ لکھتا لیکن اپنی محرومیٔ قسمت کو کیا کروں جس نے مجھے اُن کی خدمتِ بابرکت میں کبھی حاضر ہونے کا موقع نہ دیا۔ ایک بار البتہ اُن کی بے مثال خطابت سے مستفید ہونے کی سعادت ضرور نصیب ہوئی۔ دہلی دروازے کے باہر ایک بہت بڑا جلسہ تھا اور شاہ صاحب ہی صدر اور وہی اس کے واحد مقرر تھے۔ دس بجے شب کے بعد تشریف لائے اور بیٹھ کر تقریر شروع کی کہ آغاز میں ایک جوئے نرم رو کی سی کیفیت رکھتی تھی لیکن جوں جوں رات بھیگتی گئی آواز میں بلندی، کلام میں گرمی اور تخاطب میں روانی برابر بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ رات کے پچھلے پہر زمین و آسمان میں سناٹا تھا اور یہ ـــــ اِک شیر تھا جو گونج رہا تھا کچھار میں

میں نے مولانا محمد علی جوہر کو بھی سُنا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی خطابت سے بھی فیضیاب ہوا ہوں مولانا ظفر علی خان کے سحرِ گفتار میں آج بھی اسیر ہوں لیکن سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے زورِ بیان اور نیرنگیٔ گفتار کا ایک اپنا مقام بلند تھا کہ آج تک جس کی مثال نایاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت کو عنبریں فرمائے اور اپنے دامانِ رحمت میں جگہ دے۔

(مولانا صلاح الدین احمد، آغا شورش کے نام خط، جنوری ۱۹۶۲ء)

روایت : ظفر اقبال سلیم
تحریر : سید ضمیر جعفری
مرسلہ : عبدالرحمٰن جامی نقشبندی

امیرِ شریعتؒ کا ایک خط

بعض لوگوں کی گفت گو اتنی رس بھری ہوتی ہے کہ اگر وہ عین بین اپنا کہا ہوا لکھ دیں تو ایک دلچسپ مطالعہ مرتب ہو جائے ہمارے دوست ظفر اقبال سلیم کو قدرت نے یہ جوہر بڑی نیاضی سے عطا کیا ہے ایک مرتبہ انہوں نے ہمیں امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کے ایک سفارشی خط کی روداد سنائی جو تقریباً انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

میں ایم اے پاس کر کے اپنے آبائی شہر سانگلے چلا گیا کراچی سے ایک دوست نے جوہری طرح تازہ تازہ ایم اے پاس کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا خط لکھا کہ یہاں کراچی کے ایک کالج میں لیکچرار کی آسامی خالی ہے پرنسپل صاحب تقرر کے مجاز ہیں سنا ہے کہ پرنسپل صاحب سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ارادت رکھتے ہیں تم یوں کرو کہ ان سے ایک سفارشی خط لیکر بھیج دو۔

میں شاہ صاحب کو ان کے قائدانہ مرتبے اور خطابت کی شہرت سے تو جانتا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ جیل کے اندر ہیں یا جیل کے باہر۔ حمید نظامی صاحب سے میرے مراسم تھے ان سے اتا پتا دریافت کیا معلوم ہوا شاہ صاحب ملتان میں قیام پذیر ہیں۔

سانگلے کی ریل گاڑی تڑکے تڑکے ملتان پہنچتی تھی میں اس شہر سے قطعاً واقف نہ تھا۔ اسٹیشن سے نکلتے ہی ایک صاحب سے، جنہوں نے جون کے مہینے میں بھی مغربی سوٹ بوٹ ڈانٹ رکھا تھا شاہ صاحب کے بارے میں پوچھا انہوں نے نہ صرف لاعلمی ظاہر کی بلکہ کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "اے نوجوان! ہم سرکاری ملازم ہیں ہم تو اُدھر سے گزرتے ہی نہیں جہاں سے شاہ صاحب کا گزر ہو" جیسے کہہ رہا ہو کہ ہم بہو بیٹیاں یہ کیا جانیں! لگر دوسرے ہی آدمی نے جو عوام الناس کے مانند کٹا پھٹا تھا شاہ صاحب کے ٹھکانے کی نشاندہی کر دی اگرچہ موصوف صرف اتنا ہی بتا سکے کہ شاہ صاحب حسین آگاہی کی کسی مسجد میں درس دیتے ہیں۔

ملتان اخدا کے فضل سے مساجد کا شہر ٹھہرا۔ جبین آگاہی بیں دو مسجدیں جھانکنے کے بعد تیسری میں جا کر امید بر آئی۔ وہ بھی بقدر نصف۔ مسجد میں بچے قرآن پاک تو پڑھ رہے ہیں مگر شاہ صاحب کی بجائے کوئی اور مولوی صاحب درس دے رہے تھے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب گھر پر ہیں کیونکہ ان کی طبیعت چند روز سے ناساز ہے میں نے مولوی صاحب سے کہا "مولانا! میں بڑی دور سے آیا ہوں۔ حاضری ضروری ہے براہ کرم کوئی شاگرد رہنمائی کے لیے میرے ساتھ کر دیجیے" مولوی صاحب قدرے ہچکچائے کچھ دیر مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے رہے انکار کرنا چاہتے تھے مگر کر نہ سکے کہ ع

مروت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا

آخر ایک شاگرد میرے ساتھ کر دیا مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ دور سے آستانہ دکھا کر واپس آ جائیگا۔

آستانہ مسجد سے خاصا دور تھا ہم وہاں تک تانگے پر گئے شاگرد نے استاد کے حکم کی حرف بحرف تعمیل کی دور سے شاہ صاحب کے آستانے کی نشاندہی کر کے لوٹ گیا۔

دل کو [illegible] مکان دیکھ کر دھچکا لگا ہمارے ملک میں ایک بطل جلیل اور اتنے معمولی سے مکان میں رہائش پذیر۔ دروازے پر دستک دی تو ایک مولوی صاحب نکلے وہ مجھے اندر لے گئے شاہ صاحب پہلے ہی کمرے میں تشریف رکھتے تھے جو خاصا کشادہ تھا چٹائی بچھی تھی برصغیر پاک و ہند کا شعلہ نوا خطیب اور جنگ آزادی کا عظیم مجاہد ایک دیوار کے قریب ایک پرانے سے تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا چند کاغذات سامنے بکھرے پڑے تھے ایک نیندرہ تکیے کے نیچے دبا رکھا تھا میں نے سلام کیا آپ سلام کا جواب دیکر، جس میں تپاک کی گرمی تھی پھر اپنے کاغذات پر جھک گئے چند کاغذات تکیے سے نکالے چند تکیے میں رکھے، پھر خاکسار کو ایک نگاہ بندہ نواز سے نوازا اور گویا ہوئے "عزیزم! آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ کہو فقیر کے پاس کیسے آنا ہوا؟"

اس سے پیشتر کہ میں کچھ عرض کرتا، فرمایا: "ماشاء اللہ! آپ ابھی نوجوان ہیں انگریزی آپ کے چہرے پر لکھی ہے ابھی عملی زندگی کی دہلیز پر کھڑے ہیں کیا آپ کو کسی نے فقیر کے ہاں آنے سے روکا نہیں؟

میں بات نہ سمجھ سکا اور بولا "حضور! کوئی مجھے کیوں روکتا۔

شاہ صاحب کا چہرہ مسکراہٹ سے کھل اٹھا، فرمایا "ہمارے دروازے پر سی آئی ڈی کی نگرانی رہتی ہے کہیں آپ کا نام بھی گروہ وفا مستاں کی فہرست میں نہ لکھ لیا جائے لینے کے دینے نہ پڑ جائیں"

میں دل میں قدرے ہراساں تو ہوا کہ دوست کو نوکری دلواتے دلواتے کہیں اپنی ملازمت ہی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھوں بہرحال، دل گردے پر ہاتھ رکھ کر ذرا گرارا سی آواز میں اپنا مدعا بیان کیا اور حضرت کی خدمت میں باریابی کے متعلق اپنے اشتیاق اور جگرداری کا جذبہ حفیظ جالندھری کے ایک مصرع میں اس طرح ظاہر کیا کہ ع

دونوں جہان ہیں آج مرے اختیار میں

عرض مطلب سننے کے بعد شاہ صاحب کی پیشانی پر ایک لمحے کے لئے ایک متفکر سی شکن نمودار ہوئی جو دوسرے ہی لمحے ایک دل نواز تبسم میں ڈھل گئی ۔

" صاحبزادے آپ نے جن پرنسپل صاحب کا نام لیا ہے میں تو ان سے واقف نہیں وہ شاید مجھے جانتے ہوں خیر!"

کمرے کے گوشے میں شاہ صاحب کی نشست کے نزدیک پانی کی ایک صراحی اور ٹین کا ایک ڈبہ رکھا تھا آپ نے صراحی سے پانی اور ڈبے سے کچھ دیسی شکر نکالی اور ایک کانسی کی کٹورے میں شربت گھولنے لگے باتیں بھی ہو رہی تھیں شربت بھی تیار ہو رہا تھا ادھر میرا دل ڈوبا جا رہا تھا کہیں یہ مشروب میری ہی تواضع کے لیئے تیار ہو رہا ہو میں نے دیسی شکر کا شربت کبھی پیا نہ تھا برف بھی نہ تھی؛ حالانکہ جون کا مہینہ تھا لیکن جب شاہ صاحب نے شربت میری طرف بڑھایا تو میں پورا کٹورا غٹا غٹ ایک سانس میں پی گیا شاہ صاحب غالباً میرے چہرے کا اڑتا ہوا رنگ بھانپ گئے تھے فرمایا " فقیر کے ہاں تو یہی کچھ حاضر ہے؛"

وہ زبان سے کچھ بھی نہ کہتے تو میرے لیئے ان کی ایک نگاہ ہی کافی تھی میں سمجھتا ہوں کہ دیسی شکر کے اس ایک کٹورے نے زندگی سے میرے ربط کا زاویہ ہی بدل کر رکھ دیا ۔

" میں ان صاحب کو جانتا تو نہیں !" شاہ صاحب کہہ رہے تھے "بہرحال، اگر میرے چند لفظوں سے کسی کا کام سنور جاتا ہے تو اس سے میرے دل کو بھی آسودگی ملے گی ہم کرسی پر تو نہیں؛ تاہم بعض لوگ ہماری بات سن بھی لیتے ہیں!" یہ کہہ کر آپ نے یہ مصرع پڑھا؛

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

اب آپ نے تکیے کے نیچے سے کورا کاغذ نکالا اور رواں دواں چند سطور لکھ دیں زندگی میں اب تک ہم نے ہزاروں سفارشی خط دیکھے ہیں لیکن اتنی غیر سفارشی سفارش، ہماری نظر سے نہیں گزری۔ لکھا تھا کہ ہرچند فقیر کو

آپ سے کوئی سابقہ نیازتو حاصل نہیں لیکن ایک نوجوان کی ضرورت کے احساس سے یہ سطور لکھ رہا ہوں یہاں تک تو سفارشی ٹھیک چل رہی تھی لیکن آگے آپ نے صاف صاف یہ لکھ دیا کہ اگر یہ کام آپ کے ہاتھوں ہوگیا تو گویا یہ کام آپ نہیں کریں گے بلکہ خدا کرے گا اور اگر خدا کو منظور نہ ہوا تو ظاہر ہے یہ کام آپ نہیں کر سکتے شاہ صاحب نے کچھ غلط بات نہیں لکھی تھی مگر آج کے زمانے میں اتنی درست بات کون سنتا ہے ؟

سفارش کی زبان پر خود ہمارے دل میں کھد بد ہو رہی تھی ہمارا کمزور ایمان ڈگمگا رہا تھا کہ ایسی سفارش پر جس میں آدمی کے پاس کوئی اختیار ہی نہ رہنے دیا گیا ہو بھلا کوئی آدمی کیوں دھیان دے گا مگر صاحب ! ہمارے دوست کو وہ اسامی مل گئی۔ سچ ہے کہ خدا اتنا ہی نہیں ہے جتنا آدمی کو نظر آتا ہے۔

میں سفارشی خط جیب میں رکھ کر الفاظ سپاس ہی سوچ رہا تھا کہ ناگاہ حضرت نے ایک سوال پوچھ لیا :

" ہم نے ایک خبر پڑھی ہے کہ انٹرنس کے امتحان میں موسیقی، نصاب میں ایک مضمون کی حیثیت سے شامل کی جا رہی ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ! یہ کیا فتنہ کلاہ برپا ہو رہا ہے؟ آپ کو تو کچھ خبر ہوگی کہ آپ تازہ وارد ان بساط نو ہیں سے ہیں کچھ اس نئے فتنار گیسو و چاک قبا کا حال تو بتائیں "

واقعہ یہ تھا کہ مجھے نصاب تعلیم میں اس تبدیلی کی قطعاً کوئی خبر نہ تھی ہم اپنی تعلیم ختم کر چکے تھے اس کے بعد درس اور مدارس میں بھی

اپنی بلا سے بوم بسے یا ہما رہے

مجھے چاہیئے تھا کہ میں سیدھے سیدھے دو چار لفظوں میں اپنی پوزیشن واضح کر دیتا کہ حضور میں اس خبر کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر شاید شاہ صاحب کی نعرہ گفتاری نے میرے اندر چھپا ہوا کالج یونین کا سابق جنرل سیکرٹری بیدار کر دیا میرے منہ سے نکل گیا :

"حضرت ! یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ موسیقی انٹرنس کے نصاب میں شامل کی جا رہی ہے یا نہیں مگر حضور کسی انگریز مفکر کا قول ہے کہ موسیقی روح کی گرد کو دھو ڈالتی ہے "

شاہ صاحب نے اس پر ایک زبردست قہقہہ لگاتے ہوئے فرمایا " مجھے ڈر ہے موسیقی گرد کے علاوہ کہیں پوری روح ہی کو نہ دھو ڈالے "

دو ایک جملے تو انہوں نے شگفتہ شگفتہ طنز میں ادا فرمائے جن میں مجھے مخاطب کر کے اقبال کا یہ مصرع بھی سنایا کہ

ع نرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں